یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

جانشینِ اعلیٰحضرت

حجۃ الاسلام مولانا الشاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی

(رحمۃ اللہ علیہما)

کی حیاتِ مبارکہ کا مختصر تذکرہ

مرتبہ:

محمد داؤد رضوی

ناشر: بزمِ انوارِ رضا جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ

نوٹ: یہ کتاب آج سے تقریباً 36 سال قبل ترتیب دی گئی۔

WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM
وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ
نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ
جگر گوشہ مفسرِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ
مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ
اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام
کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ
کے لئے وزٹ کریں
www.muftiakhtarrazakhan.com
/muftiakhtarrazakhan1011/
/muftiakhtarraza
+92 334 3247192
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چودھویں صدی بیت چکی ہے، پندرھویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد ایک ارب تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ اتنی زیادہ تعداد ہونے کے باوجود مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہے اور انہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا ہے۔ اسی لیئے کوئی اپنے دفاع کے لئے امریکہ کا سہارا لیتا ہے تو کوئی روس کی طرف جھکا ہوا ہے۔ حالانکہ ایک وُہ وقت تھا کہ جب مسلمان اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے، بے سروسامان تھے لیکن اس کے باوجود اپنے دشمنوں پر غالب تھے اور کامیاب تھے۔ سوچنے کی بات ہے وُہ (مسلمان، تعداد میں کم ہونے کے باوجود کامیاب و کامران اور آج کے (مسلمان)، اتنی زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود پریشان اور ناکام ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ: ؎

وُہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

درسِ قرآں نہ اگر ہم نے بُھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا!

وُہ اگرچہ تھوڑے تھے لیکن اُن کے ایمان پختہ و مضبوط تھے۔ وُہ اللہ و رسُول (جلّ جلالہٗ و صلے اللہ علیہ وسلّم)، پر بھروسہ و یقین کامل رکھتے تھے۔ لیکن اِلّا ماشاء اللہ آج کے مسلمانوں کے ایمان کمزور ہو چکے ہیں۔ اغیار کی طرف ان کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ وُہ (مسلمان) قرآن پاک کی تعلیم اور اس پر عمل کو اپنے لیئے فرضِ عین جانتے تھے۔ آج کے مُسلمان قرآنِ پاک

کی تعلیم حاصل کریں یا نہ کریں انگریزی تعلیم کو اپنے لیئے ضروری جانتے ہیں۔ وہ مسلمان اطاعتِ مصطفےٰ و سُنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگیوں کا سرمایۂ حیات سمجھتے تھے لیکن آج کے مسلمان سُنّتِ مصطفےٰ کی پیروی کریں نہ کریں مغربی رسومات و انگریزی فیشن کی پیروی ضرور کرتے ہیں، اور یہی اُن کی ناکامی کا سبب ہے۔ زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عام مسلمان تو عام مسلمان اِلّا ماشاء اللہ بعض پیر صاحبان، مولوی صاحبان، سیّد صاحبان اور صُوفی صاحبان کے صاحبزادگان بھی دین سے بے بہرہ دُنیادار و مغرب زدہ، خلاف شرع حرکات و بدعات میں مبتلا ہیں۔ اس مضمون میں ایک ایسی عظیم شخصیت کے عظیم صاحبزادے کی ذات گرامی کے متعلق قلم اُٹھایا گیا ہے کہ پڑھنے والا ایک نظر ہی ڈال کر بے ساختہ پکار اُٹھے کہ "صاحبزادہ ہو تو ایسا ہو"۔ اس صاحبزادۂ والا شان سے مراد آفتابِ علم و فضل، ماہتابِ تقویٰ و طہارت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ "محمّد حامد رضا خاں" بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اعلیحضرت امامِ اہلِ سُنّت مجدّدِ دین و ملّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ ذیل میں آپ کی حیاتِ طیّبہ پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

ولادت } حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں ہندوستان کے مشہور شہر بریلی کے ایک معروف علمی و رُوحانی خاندان میں پیدا ہوئے۔

اسمِ گرامی اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اپنے اس عظیم الشّان فرزندِ ارجمند کا نام نامی اسمِ گرامی "محمد" رکھا اور عُرف میں استعمال کے لیئے "حامد رضا" تجویز فرمایا جو ولادت و وفات پر لطیف اشارہ تھا۔ گویا کہ حق بین وحق نظر نگاہ نے یوم ولادت پر ہی سب کچھ ظاہر فرمادیا۔ لفظ "محمد" کے عدد بانوے ہیں جو آپ کی ولادت پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی جبکہ "حامد رضا" کے عدد تیرہ سو باسٹھ ۱۳۶۲ ہیں جو آپ کی وفات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۳۶۲ھ میں ہوئی

علم و فضل آپ کا علم و فضل اور حُسن و جمال شہرۂ آفاق ہے۔ آپ محض مجدد برحق اعلیٰحضرت کے "نورِ نظر" ہونے کی بنا پر مشہور و مخدوم و محترم نہیں (اگرچہ بجائے خود یہ ایک اہم شرف ہے) بلکہ اپنے خداداد علم و فضل، استعداد و قابلیت اور عمل و عرفان کی بدولت حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب اور بلند پایہ منصب پر فائز ہیں۔ حضور اعلیٰحضرت نے خود آپ کی تربیت فرمائی۔ آپ نے علوم اسلامیہ کی تمام کُتب متداولہ، معقول و منقول تفسیر و حدیث، کُتب فقہ و اصول اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ تفسیر و حدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ تفسیر بیضاوی کے درس میں خصوصی توجہ تھی۔ اصول و فقہ، منطق، فلسفہ اور ریاضی میں ید طولے حاصل تھا۔ بیضاوی کے علاوہ شرح عقائد اور شرح چغمینی کا درس بہت مشہور تھا۔ فقہی مسائل کے حل اور فتاویٰ لکھنے میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ بعض علماء کو فقہ کی مشہور کتاب "دُرِّ مختار" کا درس بھی دیا کرتے تھے اور یُوں

اہل علم پر آپ کے علمی دبدبہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

عربی میں مہارت

حضرت حجۃ الاسلام کو علم و فضل، ادب و تفقہ میں وہ ملکۂ تام حاصل تھا کہ جلیل القدر علمائے عرب و عجم بھی آپ کی علمی جلالت پر عش عش کر اٹھتے تھے۔ آپ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ عربی اشعار، مضامین اور خطبات تحریر فرماتے تھے اور گفتگو نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں کرتے تھے۔ فی البدیہہ عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو آپ کے لئے معمولی بات تھی۔ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں مرحوم کے بقول ۱۳۴۲ھ میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسن دباغ علیہ الرحمۃ ان مظالم کا ذکر فرما رہے تھے جو اہل حرمین و مقابرہ مطہرہ پر کئے جارہے تھے حضرت حجۃ الاسلام ان سے برجستہ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت سید حسن دباغ نے اعتراف کیا کہ "میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور فصیح و بلیغ عربی بولنے والا دوسرا کوئی نہ دیکھا"۔ اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے حجۃ الاسلام کافی دیر تک اُن سے عربی میں گفتگو فرماتے رہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ "میں نے طول و عرض ہند میں حجۃ الاسلام جیسا عربی داں نہیں دیکھا۔ یہ تو ایسی فصیح و بلیغ عربی بولتے ہیں کہ ہم اہل زبان ہو کر حیران ہیں"۔ مولانا سید ریاض الحسن صاحب مرحوم کے بقول حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی فرماتے تھے کہ حضرت حجۃ الاسلام (علیہما الرحمۃ) جب اجمیر اقدس تشریف لے گئے تو مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے

عربی زبان میں حضرت سے کچھ سوالات کئے جن کا آپ نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت صدر الافاضل مراد آبادی جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ "زبانِ عربی کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا"۔ مدینہ شریف میں حاضری کے دوران حضرت حجۃ الاسلام نے شیخ عبد القادر طرابلسی اور ایک شیعہ مجتہد سے عربی زبان میں مباحثہ کیا۔

درس و تدریس } دار العلوم منظر الاسلام بریلی شریف کے صدر مدرس اور دیگر مدرسین کسی وجہ سے دوسری جگہ تشریف لے گئے اور یہ خیال کیا کہ ہمارے چلے جانے کے بعد دار العلوم میں تدریس کا کام نرم پڑ جائے گا لیکن حجۃ الاسلام نے ان کے اس خیال کو غلط ثابت کر دکھایا اور بڑی بڑی کتابیں خود پڑھانے لگے۔ طلباء کرام آپ کے پڑھانے سے بہت خوش ہوئے۔ دار العلوم کی رونق نہ صرف یہ کہ بدستور قائم رہی بلکہ آپ کے پڑھانے سے دار العلوم کی رونق اور دوبالا ہوئی اور اہلِ علم پر آپ کے علمی دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی۔

تالیف و تصنیف } کے سلسلہ میں آپ کو حظِ وافر عطا ہوا تھا۔ قلم کی جولانی قابلِ رشک تھی۔ اعلیٰحضرت جب دوسرے حج کے موقع پر حرمین طیبین حاضر ہوئے تو آپ ہمراہ تھے۔ شریف مکہ کے کہنے پر علم غیب کا مسئلہ پیش ہوا تو اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں نے بوجہ علالت املاء فرمایا اور حجۃ الاسلام نے لکھنا شروع کیا تا آنکہ آٹھ گھنٹے میں مسئلہ غیب پر عربی زبان میں ایک تحقیقی دستاویز ساڑھے چار سو

صفحات پر مشتمل "الدولۃ المکیہ" کے نام سے منظرِ عام پر آئی۔ پھر اس کی کئی نقول بھی اپنے ہاتھوں سے تحریر کیں اور حجاز، شام، مصر اور عراق کے جلیل القدر علماءِ کرام سے تصدیق کروائیں۔ بعض حضرات علماءِ کرام کو پوری کتاب سنائی۔ بعض جگہ معاندین و مخالفین نے اعتراضات کئے تو آپ نے انہیں مسکت جواب دیئے اور حرمین طیبین میں ایسی نمایاں کامیابی حاصل کی کہ اجلہ افاضلِ حرمین نے آپ کو سندیں عطا فرمائیں۔ چنانچہ آپ کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی چاروں فقہائے کرام و مجتہدین عظام کے سلسلہ سے سندِ حدیث حاصل ہے۔ آپ نے "الدولۃ المکیہ" اور "کفل الفقیہ الفاہم" پر فی البدیہہ پیش لفظ لکھا جو عربی ادب کا نادر شاہکار ہے۔ "الدولۃ المکیہ" کا اردو ترجمہ "الصارم الربانی" کرنے کا شرف بھی آپ کو ہی حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا۔

نعت گوئی } اپنے والد محترم کی طرح آپ بھی ایک عظیم نعت گو شاعر تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت کی طرح آپ کا نعتیہ کلام بھی بڑا فصیح و بلیغ، عشق و محبت میں ڈوبا ہوا اور موثر و پُر درد ہے۔ آپ کی نعت کا ہر مصرعہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے لبریز ہے۔ آپ کی نعت گوئی سے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں جو اہلِ اسلام کے دلوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں ایک جگہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم پر ناز کرتے ہوئے اور روزِ محشر حوضِ کوثر کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

ایک نبی کے ہاتھ سے ایک نبی کے ہاتھ سے	کوثر و سلسبیل کے ہم کو ملیں گے جام دو[۲]
ہاتھ سے چار یار کے ہم کو ملیں گے چار جام	دست حسن حسین سے اور ملیں گے جام دو[۲]

حضرت حجۃ الاسلام ہر وقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق میں محو رہتے تھے۔ اس کا اندازہ ان اشعار سے بھی لگایا جا سکتا ہے ؎

نام حبیب کی ادا سوتے ہوئے بھی ہو ادا
نام محمدی بنے جسم کے یہ نظام دو[۲]
کان پہ ہاتھ کو دھرو پا با ادب ہمیشہ لو
دال ہے ایک حا ہے ایک آخر حرف لام[۱] دو[۲]

مدینے کی آرزو ؎

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ[۲] تیرے ہند میں ہیں غلام دو[۲]

فنِ تاریخ گوئی } آپ کو فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ اس دور میں برجستہ مادۂ تاریخ نکالنا آپ کی خصوصیات میں سے تھا۔ نمونے کے طور پر ایک تاریخی قطعہ

۱؎ یعنی کلمن میں حرف لام کے آخر (بعد) کا حرف جو میم ہے وہ دو مرتبہ ہے۔ ا۔خ

۲؎ مصطفیٰ رضا خاں، حجۃ الاسلام (علیہما الرحمہ) کے برادر اصغر

• ملاحظہ فرمائیں :-

جب مخالفین (دیوبندیوں) کے امام المناظرین مولوی منظور سنبھلی کے ساتھ بریلی کے مناظرہ میں حضرت محدثِ اعظم شیخ الحدیث مولانا علامہ الحاج ابو المنظور ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اُس وقت حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ اپنی جاگیر میں ضلع بدایوں تشریف رکھتے تھے جب آپ کو فتح کی خبر پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ دعائیں دیں اور اپنی ایک تحریر میں فاتحِ مناظرہ حضرت شیخ الحدیث کے متعلق لکھا "مولینا سردار احمد شرَّ بدارِ احمد" یعنی مولانا سردار احمد "دار احمد" (مدینہ منورہ) کی زیارت سے مشرف و مسرور ہوں"۔ چنانچہ جب ان دعائیہ کلمات کی ابجد کے حساب سے تاریخ نکالی گئی تو ۱۳۶۵ عدد بنے اور ۱۳۶۵ھ میں ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب پہلی مرتبہ مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں کی معیت میں "دار احمد" کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور سنہ میں دوسری مرتبہ "دار احمد" کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کا انتقال ۱۳۶۲ھ میں ہُوا۔ لیکن آپ نے ۱۳۵۴ھ میں ہی اپنی نگاہِ ولایت سے دیکھ لیا کہ مولانا سردار احمد ۱۳۶۵ھ میں "دارِ احمد" کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے جہاں فاتح مناظرہ کے متعلق تحریر فرمایا "مولینا سردار احمد شرَّ بدارِ احمد" ۱۳۶۵ وہاں شکست یافتہ منظور سنبھلی کے متعلق تحریر فرمایا "قُدَّ دانِ منظور" ۱۳۵۴

(تحقیق بھاگا منظور)، اور (دق دُمِ منظور (منظور کا بھانڈا پھٹ گیا) چنانچہ جب ابجد کے حساب سے ان جملوں کی تاریخ نکالی گئی تو ۱۳۵۴ھ بنی اور ۱۳۵۴ھ میں ہی بریلی کے مناظرہ میں مولوی منظور سنبھلی کو حضرت شیخ الحدیث سے زبردست شکست ہوئی۔

فن خطابت } تحریر و تدریس کی طرح فن خطابت میں بھی آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا خطاب بڑا مدلل اور موثر ہوتا تھا جب خطاب فرماتے جذبۂ صادقہ کے ساتھ فرماتے آپ کا خطاب دلوں میں اُترتا چلا جاتا۔ سامعین کانوں سے آپ کا خطاب سُنتے اور آنکھوں سے آپ کی نورانی صورت کا دیدار کرتے۔ بعض اوقات آپ کے پُراثر و پُر درد خطاب سے حاضرین کی چیخیں نکل جاتیں، مجمع پر ایک کیفیت طاری ہوجاتی اور کئی بد مذہب تائب ہوجاتے۔ بنارس، کلکتہ، مظفر پور، چیتوڑ و یو۔پی کے علاقوں میں آپ کے خطابات کی بڑی مقبولیت و شہرت تھی۔

جب اعلیٰحضرت قدس سرہٗ اہلِ جبل پور کے اصرار پر وہاں تشریف لے گئے تو حضرت حجۃ الاسلام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں کے احباب اہلِ سُنّت نے اِس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا اور اِس جلسہ میں پہلا مدلل و جامع خطاب آپ کا ہی ہوا جس کا مجمع پر بہت گہرا اثر ہوا۔ اعلیٰحضرت بھی آپ کے خطاب کے دوران ہی جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور آپ کا خطاب سُن کر بہت مسرور ہوئے۔ داد دی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔ ایک مرتبہ لکھنؤ میں اہلِ لکھنؤ کی ایک مجلس میں حضرت حجۃ الاسلام و حضرت صدر الافاضل مولانا

تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت ہی کو "موضوع" قرار دیا جائے اور علمائے اہلِ سُنّت کے سامنے مولوی اشرف علی اپنی بریّت واضح اور اپنی عبارت کو اسلامی عبارت ثابت کردیں۔ اور اگر مولوی اشرف علی خود نہ آسکیں، تو کسی کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیں (جس کی فتح و شکست تھانوی صاحب کی فتح و شکست ہو) چنانچہ مخالفین نے وعدہ کرلیا کہ مناظرہ میں اگر مولوی اشرف علی صاحب نہ آئے تو اُن کا وکیل تو ضرور آجائے گا۔ اہلِ سُنّت کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کے مقابلہ میں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کو مناظر منتخب کیا گیا۔ اور یہ بات طے ہو جانے کے بعد "فیصلہ کن مناظرہ" کے عنوان سے اشتہار بھی شائع کر دیا گیا۔ مگر جب مناظرہ کا وقت آیا اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی، شیخ طریقت مولانا شاہ علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد شریف صاحب کوٹلوی، حضرت پیر سیّد صدر الدین صاحب سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی (علیہم الرحمۃ) اور دیگر علماء و مشائخ اہلِ سنّت تو دُور دراز کا سفر طے کر کے لاہور تشریف لے آئے۔ لیکن دیوبندیوں کی طرف سے نہ تو مولوی اشرف علی تھانوی خود میدانِ مناظرہ میں پہنچے اور نہ ہی اُن کا کوئی وکیل۔

آج دیوبندی مکتب فکر کے علماء لوگوں کو فریب دینے کے لئے کہتے ہیں کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کو کئی مرتبہ مناظرے کا چیلنج کیا لیکن مولانا احمد رضا خاں مناظرے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ حالانکہ

یہ بات بالکل خلافِ حقیقت اور سراسر جھوٹ ہے۔ اندازہ فرمائیں کہ اشرف علی تھانوی کو تو شہزادۂ اعلیٰحضرت کے سامنے آنے کی جراُت نہ ہوئی اعلیٰحضرت تو پھر اعلیٰحضرت ہیں۔

کاش مولوی اشرف علی تھانوی مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف و نزاع کے خاتمہ کی کوئی صورت ہوجاتی۔ بہر حال تھانوی صاحب کو حضرت حجۃ الاسلام کے سامنے آنے کی جراُت نہ ہوسکی۔ اور یہ حقیقت اظہرمن الشمس ثابت ہوئی کہ ؎

وُہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

تھانوی کے نہ آنے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ واقعی دال میں کالا ضرور ہے۔
اور ع "کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"۔

اہلِ سُنّت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں آپ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت و ہدیہ تہنیت پیش کیا گیا۔ بعض شعراء نے اس موقع سے متعلق نظمیں لکھیں۔ قصائد پڑھے گئے اور نعرہائے تکبیر و رسالت اور حجۃ الاسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی۔

مدینہ منوّرہ سے عقیدت } عشق مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔ اور ایک عاشقِ صادق کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی ہر ہر ادا اور محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرتا

ہے۔ خاص طور پر شہر حبیب سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اگر آپ کو مدینہ منورہ میں رہنے والا کوئی خوش قسمت مل جاتا تو آپ اس کا بیحد ادب و احترام بجالاتے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا حافظ محمد احسان الحق صاحب فیصل آبادی فرماتے ہیں کہ ۱۴۰۱ھ میں مجھے مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران ایک سفید ریش بزرگ کے ساتھ ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بچپن ہی سے اپنے والد ماجد کے ساتھ بلدۂ کریمیہ مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ دوران گفتگو انہوں نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ "میں اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی زیارت کرنے کے لئے ایک دفعہ بریلی گیا ابتداء میں خیال تھا کہ آپ کے مزار پر چند روز حاضر رہوں گا لیکن ایسا نہ ہو سکا اور ایک دن رات سے زیادہ ٹھہرنے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں آپ کے شہزادہ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے سامنے ان کے بچوں شاگردوں یا مریدوں کی حیثیت رکھتا ہوں۔ لیکن وہ (حجۃ الاسلام) اس لئے کہ میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں میرا اتنا ادب فرماتے کہ شرم کے مارے میرے جسم سے پسینہ نکل آتا۔ وہ (حجۃ الاسلام) باایں علم و عرفان و باایں فضل و کمال و باایں حسن و جمال بلا جھجک میرے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ جب میں استنجا کرنا چاہتا یا وضو کا ارادہ ہوتا یا کھانے کے لئے ہاتھ دھونے کا خیال کرتا تو خود آفتابہ میں پانی لا کر پیش فرماتے۔ کبھی میرے کپڑوں کو جھاڑنے لگ جاتے کبھی جوتا صاف کرنا شروع کر دیتے۔ کبھی دبانے کی

کوشش فرماتے۔ میں ہر چند آپ کو ایسا کرنے سے روکتا مگر آپ نہ رُکتے، بلکہ فرماتے کہ اس میں میری سعادت ہے۔ آپ کے قدم مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومے ہوئے ہیں لہٰذا مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ عاقبت سنوارنے دو۔ بگڑی بنانے دو۔ شہرِ حبیب کی عظمت کے تصور میں مست رہنے دو۔ میں (حجۃ الاسلام) جب آپ کو دیکھتا ہوں تو میرے دل و دماغ میں مدینہ منورہ کی اور شہنشاہِ مدینہ منورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویرِ عظمت کھنچ جاتی ہے۔ دِل کو قرار اور رُوح کو سکون نصیب ہوتا ہے۔

الغرض! شہزادۂ اعلیٰحضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب جس قدر میری تعظیم فرماتے تھے میں چونکہ خود کو اس سے فروتر سمجھتا تھا، اپنی حالت اور اُن کی عظمت کے پیشِ نظر مجھے بہت ندامت محسوس ہوتی تھی اس لئے چوبیس گھنٹے ٹھہرنے کے بعد میں نے رُخصت طلب کی۔ انہوں (حجۃ الاسلام) نے بڑی مشکل کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔ جب میں نے رختِ سفر باندھ لیا تو آپ نے بھی اور آپ کے رُفقاء کار، خدام و دیگر افراد نے بھی بارگاہِ رسالت و بارگاہِ خلافت میں ہدیہ ہائے صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کی بار بار تاکیدیں فرمائیں۔ چنانچہ میں نے روضۂ انور پر حاضر ہو کر اُن کا ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کیا ؎

سب سے پیارا ہے رب کو محمد کا نام اُن پہ لاکھوں درُود اُن پہ لاکھوں سلام
وہ حبیبِ خدا ہیں شفیع الانام اُن پہ لاکھوں درُود اُن پہ لاکھوں سلام
خلق میں سب سے اُونچا ہے جن کا مقام اُن پہ لاکھوں درُود اُن پہ لاکھوں سلام

جن کے گرویدہ جن و بشر خاص و عام | اُن پہ لاکھوں دُرود اُن پہ لاکھوں سلام
سب کے آقا ہیں جو سب ہیں جن کے غلام | اُن پہ لاکھوں دُرود اُن پہ لاکھوں سلام

بریلی شریف سے رخصت ہوتے وقت جب میں نے حضرت حجۃ الاسلام سے مصافحہ کیا اس وقت عجیب منظر تھا اور حجۃ الاسلام پر ایک کیفیت طاری تھا جو اُن کے عاشق صادق ہونے کی عکاسی کر رہی تھی۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سُناتے وقت اُن بزرگ پر بھی عجیب کیفیت طاری تھی۔

حُسن وجمال دیگر بے شمار خوبیوں کے علاوہ باطنی حُسن وجمال کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری حُسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ آپ بہت ہی حسین وجمیل و وجیہ بزرگ تھے۔ جب آپ کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اہلِ مجلس کی نگاہیں آپ کے نورانی چہرہ پر نثار ہونے لگتیں۔ جس مقامی وغیر مقامی جلسے میں جلوہ گر ہوتے حاضرین آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ کرت پور ضلع بجنور کے احباب نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ خطاب کے لیے حضرت حجۃ الاسلام کو مدعو کیا گیا۔ جب آپ کرت پور پہنچے تو وہاں کے احباب نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اور آپ کے دیدار وخطاب سے لطف اندوز ہوئے۔ ایک شخص آپ کی زیارت سے ایسا خود رفتہ ہُوا کہ پروانہ کی طرح کبھی اِدھر جاتا کبھی اُدھر جاتا اور لوگوں سے آپ کے حُسن وجمال اور نورانی چہرہ کی تعریف کرتا اور خوش ہوتا۔ اِس محویت کے عالم میں وہ بازار گیا اور بہ نگرسی مُلاؤں کے معتقدین سے کہنے لگا کہ آج بریلی شریف سے اہلِ سنت وجماعت کے ایک ایسے جلیل القدر

بزرگ و عالم تشریف لائے ہیں کہ جن کے چہرہ پر نور برستا ہے۔ اگر تم میں بھی کوئی ایسا ہے تو دکھاؤ۔ تمہارے بڑے بڑے مولوی آئے مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نظر نہیں آیا۔ غرضیکہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ کی نورانی صورت کی دھوم مچ جاتی۔ یہ سچ ہے کہ تقریر سے خوب تبلیغ ہوتی ہے۔ مگر آپ کی وجاہت، چہرہ کی نورانیت اور خداداد حُسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہلِ سُنّت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی۔ میرے والد محترم نباضِ قوم حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ تقسیمِ مُلک سے قبل دورانِ تعلیم بریلی شریف میں حاضری کے دوران مجھے بھی حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ آپ کا نورانی چہرہ اور سفید ریش مبارک جو شخص ایک مرتبہ دیکھتا تو پھر دیکھتا ہی رہ جاتا اور بے ساختہ پکار اُٹھتا سُبحان اللہ کہ پروردگار نے اپنے بندۂ کامل کو کیسے رُوحانی و باطنی اور ظاہری و جسمانی حُسن و جمال سے نوازا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کا دیدار کر کے گرویدہ ہو جاتے اور سلسلہ سنیت و رضویت میں شامل ہو جاتے۔ اور دیکھنے والے کو کہنا پڑتا کہ ایسی نورانی صورت والا بزرگ یقیناً حق پر ہے۔

دیدار کی تجلّی حضرت شیخ الحدیث پر

اسی دیدارِ پُر انوار کی ایک جھلک نے حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو ایک "سٹوڈنٹ" سے "صدر المدرسین، شیخ الحدیث و محدّث اعظم

پاکستان" کے بلند پایہ منصب وقابلِ رشک مقام تک پہنچا دیا۔ ہُوا یُوں کہ گاندھی گردی کے زمانہ میں جب بہت سے لیڈروں اور کانگرسی مُلاؤں نے گاندھی کی تحریک کو اپنا لیا اُس وقت حضرت شیخ الحدیث میٹرک پاس کر کے لاہور آئے ایک انگریزی کالج میں فرسٹ ایئر کے سٹوڈنٹ تھے۔

اُسی دَور میں لاہور کے ایک مشہور لیڈر نے گاندھی تحریک کو فروغ دینے کے لیئے کُھلم کُھلا شریعتِ اسلامیہ کے خلاف بھی بعض ایسی باتیں کہہ دیں جن کا ازالہ شرعًا نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ اہلِ سُنّت کی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور نے اس سلسلہ میں بیرون دہلی دروازہ ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا جس میں سندھ، بلوچستان، ہزارہ، رامپور، کانپور، مراد آباد، بمبئی، کراچی، بہاولپور، اجمیر شریف، یُو۔ پی، سی۔ پی۔ اور دیگر کئی مقامات کے علماءِ مشائخِ اہلِ سُنّت جلوہ افروز ہوئے اور اکابر علماءِ مشائخ کی تقاریر ہوئیں۔ حضرت شیخ الحدیث بھی یُونہی جلسہ سُننے کے لیئے تشریف لے گئے حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں تار آیا کہ "بریلی شریف سے حضرت حجۃ الاسلام فلاں گاڑی پر تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل نے تار سے مطلع ہو کر دَورانِ تقریر کئی القاب کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد مایۂ حاضرہ، مؤیّدِ ملّتِ طاہرہ صاحب الدلائل القاہرہ ذی التصانیف الباہرہ امام اہلِ سُنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کے صاحبزادے حامیٔ سُنّت ماحیٔ بدعت پیرِ طریقت رہبرِ شریعت فیضِ درجت مفتیٔ انام

مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں۔ (او کما قال) حضرت شیخ الحدیث نے جب حضرت صدر الافاضل کی زبانی حضرت حجۃ الاسلام کے متعلق اتنے القابات سُنے تو سوچنے لگے کہ یہ بیان کرنے والے (صدر الافاضل) اِتنے بڑے فاضل و علامہ ہونے کے باوجود جن کی اتنی تعریف فرما رہے ہیں وُہ کتنے بڑے عالم و بزرگ ہوں گے۔ یہ خیال کرنے کے بعد آپ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ اسٹیج بہت بڑا اور اُونچا بنایا گیا تھا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام جب جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو اس وقت منظر قابلِ دید تھا۔ لوگ پروانہ وار قربان ہو رہے تھے۔ آپ اسٹیج کے اُوپر کرسی پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے اپنے خطاب میں حقانیتِ اسلام پر روشنی ڈالی اور مذکورہ لیڈر کے متعلق فتویٰ دیا اور اس کے ناجائز کلمات پر حکمِ شرعی کا اظہار فرمایا۔ نمازِ عصر کے قریب اس تاریخی جلسہ کا اختتام ہوا۔ ہجوم بہت زیادہ اور بے قابو تھا۔ چونکہ اسٹیج سے دُور ہونے کے باعث لوگ اچھی طرح دیدار نہیں کر سکتے تھے اس لئے ہر شخص کی یہ تمنا تھی کہ وُہ آپ کی دست بوسی بھی کرے اور آپ کے نورانی چہرہ کی زیارت کر کے اپنے دل کو منور بھی کرے۔ منتظمینِ جلسہ نے بڑی مشکل سے ہجوم پر قابو پایا۔ لوگوں کو دُو رویہ کھڑا کر کے راستہ بنایا۔ چنانچہ جب حجۃ الاسلام دُو رویہ قطاروں کے درمیان تشریف لائے تو سب نے جی بھر کر زیارت کی۔ قطار میں حضرت شیخ الحدیث بھی کھڑے تھے۔ جب حضرت حجۃ الاسلام آپ کے قریب سے

گزرنے لگے تو آپ نے حضرت حجۃ الاسلام کے چہرہ انور کی زیارت بھی کی اور دست بوسی بھی فرمائی۔ بس اس ایک زیارت کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ اس تجلیٔ دیدار کی برکت نے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ فسٹ ائیر کے سٹوڈنٹ کے دل میں فی الفور اسلامی جذبہ بیدار ہوا اور علم دین حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا۔ اور گزشتہ زندگی پر افسوس کیا کہ اتنا زمانہ خواہ مخواہ صرف انگریزی ہی پڑھی علم دین حاصل نہ کیا اور زندگی بیکار گزار دی۔ اب اس بزرگ (حجۃ الاسلام) کے ساتھ جاکر اور بریلی شریف میں ان کی خدمت میں رہ کر علم دین حاصل کرنا چاہیئے۔ دل میں یہ ذوق و شوق راسخ ہو جانے کے بعد کسی سے تذکرہ کئے بغیر آپ (شیخ الحدیث) حضرت حجۃ الاسلام کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ حضرت کا قیام حضرت شاہ محمد غوث کے آستانہ عالیہ پر تھا۔ چنانچہ آپ حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ نے (حجۃ الاسلام) کے ساتھ بریلی شریف جانے اور علم دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔
حضرت حجۃ الاسلام نے بڑا کرم فرمایا اور بکمال شفقت حضرت شیخ الحدیث کی اس مبارک تمنا کو پورا فرما دیا اور دو دن قیام کے بعد آپ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے اور اپنے زیر سایہ رکھ کر آپ کی تربیت فرمائی۔ اور منیۃ المصلی و قدوری تک خود کتابیں پڑھائیں۔ بعد ازیں حضرت شیخ الحدیث آپ (حجۃ الاسلام) کی اجازت سے اجمیر شریف حضرت صدر الشریعۃ مولانا شاہ امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ مصنف "بہار شریعت" کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم دین میں مشغول رہے اور وہاں سے تکمیل و فراغت

کے بعد پھر بریلی شریف حاضر ہوکر حضرت حجۃ الاسلام کے زیر سایہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ غرضیکہ حضرت شیخ الحدیث کا وجود مسعود بھی مقبولِ بارگاہِ خداوندی، منظور دربارِ مصطفوی اور حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت و دیدارِ پُرانوار کا ایک خوشبودار و شیریں ثمر اور آپ کی کرامت اور فیوض و برکات کا مجسّم نمونہ اور ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کا بہترین مصداق تھا جو بیانگِ دُہل اس حقیقت کا اعلان کر رہا تھا کہ ؎

کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اَللّٰہ اَللّٰہ! جس با برکت شخصیت کی زیارت کی برکت سے ایک سٹوڈنٹ و طالب علم، "شیخ الحدیث" کے مقام تک جا پہنچا کالج کی دیواروں سے نکل کر دارالحدیث کی زینت اور شمعِ فرنگیت کی بجائے چراغِ دینِ مصطفوی بن کر اپنی پاکیزہ روشنی سے ویران و تاریک دلوں کو منور و مزین فرمانے لگا، اور جس نے الحاد و باطل کی آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دیا اس شخصیت کی عظمت و شان، حسن و جمال اور بلندیٔ مقام کا کیا کہنا۔

اخلاقِ کریمانہ } آپ بہت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے۔ علمِ دین حاصل کرنے والے طلباء، حاجتمندوں اور فقراء پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اپنے خدام و عقیدت کیشوں کو بہت

نواز تے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہلِ سنت کی کوئی انجمن، جماعت یا جمعیت قائم ہونے کا سُنکر بہت خوش ہوتے۔ گاہے گاہے مقتضائے حال کے مطابق جلال بھی فرماتے مگر آپ کا جمال جلال پر غالب رہتا۔ علماء کرام خصوصاً حضرت صدر الشریعہ و حضرت صدر الافاضل مراد آبادی (علیہما الرحمۃ) کا بہت احترام فرماتے تھے۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی متاثر ہوتے اور آپ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے۔

امیر ملت } حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کو بھی آپ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت آپ کو اپنے ساتھ علی پور شریف بھی لے گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف صاحب ڈسکوی مرحوم کے بقول حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ کے ایک ارادتمند حوالدار صاحب کی تعیناتی جب بریلی شریف کے علاقہ میں ہوئی تو انہوں نے حضرت امیر ملت سے اپنی تعیناتی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "وہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مدرسہ میں جاکر اُن کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں صاحب کی زیارت کیا کرنا وہ قطبِ وقت ہیں"۔ (رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم)

صبر و رضا } اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آتی تو نہایت ہی صبر و تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کے معالج (ڈاکٹر) بھی آپ کا سکون و اطمینان دیکھ کر دم بخود رہ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے جسم پر ایک پھوڑا نکل آیا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ عام دستور کے مطابق آپریشن کے لئے بیہوشی کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔ لیکن آپ نے ڈاکٹروں

پروا ضح کر دیا۔ کہ

میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ چنانچہ دو گھنٹے مسلسل آپریشن کے دوران آپ گفتگو فرماتے رہے۔ صرف ایک مرتبہ درد کی شدت محسوس ہوئی، تو آہ و زاری کی بجائے اللہ و رسول ﷺ کے ذکر کے ذریعے شدت درد کو برداشت کرنے کی راہ اختیار کی۔ (سُبْحَانَ اللّٰہ)

زہد و ورع } اور اتباعِ سُنّت کا یہ عالم تھا کہ جب شب برات آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی فرماتے کہ "اگر میری طرف سے کوئی بات ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دو۔"

غیرتِ ایمانی } جب حضرت حجۃ الاسلام و حضرت صدر الافاضل مراد آبادی (علیہما الرحمۃ) اپنے رفقاء کے ساتھ مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کے ساتھ ایک مسئلہ کے تصفیہ کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے تو لکھنؤ ریلوے اسٹیشن پر خلاف معمول لوگوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ علماء و فضلا کے علاوہ علاقہ بھر کے نامور رؤسا اور نواب بھی محو انتظار تھے۔ ان منتظرین کی زمامِ قیادت وقت کے ایک جید عالم مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے ہاتھ میں تھی، اور علم و عرفان کا یہ عظیم مجسّمہ بھی انتظار کی گھڑیاں گن رہا تھا۔ استقبال کا یہ ولولہ انگیز اور پُر تپاک منظر بتا رہا تھا کہ کوئی عظیم شخصیت جلوہ گر ہونے والی ہے۔ اسی اثناء میں اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو فرطِ مسرت میں ہر شخص دُوسرے

سے آگے بڑھنے کی کوشش میں تھا تاکہ معزز مہمان کی ایک جھلک دیکھ سکے۔ مولانا عبدالباری حضرت حجۃ الاسلام کے ڈبہ کے پاس تک پہنچے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو حضرت حجۃ الاسلام نے مبارک ہاتھوں کو روک لیا اور مصافحہ نہ کیا بلکہ فرمایا "مصافحہ ہوگا مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہوجانا چاہئے جس کی وجہ سے آپ کی ہم سے اور ہماری آپ سے علیحدگی ہوئی ہے۔

کانگریس سے نفرت

بات یہ تھی کہ مولانا عبدالباری صاحب کانگریس میں شامل ہوگئے تھے اور گاندھی تحریک کو اپنا لیا تھا۔ چونکہ آپ ایک جید عالم اور مقتدر سُنی فاضل تھے اس لئے اہلِ سُنّت کو ان کی اس روش سے بہت صدمہ پہنچا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کا مصافحہ سے انکار بھی اسی بنا پر تھا کہ چونکہ تحریکِ مذکور میں شامل ہونا ناجائز ہے اس لئے پہلے مولانا اس بات سے توبہ فرمائیں کانگریس سے لاتعلقی کا اعلان فرمائیں تو پھر بعد میں مصافحہ و ملاقات ہوگی۔ مولانا عبدالباری صاحب اور آپ کے مریدین و معتقدین کو حضرت حجۃ الاسلام کی یہ بات سخت ناگوار گذری اور واپس چلے گئے۔ مولانا کی یہ ناگواری و ناراضگی دیکھ کر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "مولانا! آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہئے اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ اعلیحضرت امامِ اہلِ سُنّت کا یہ شرعی فتویٰ ہے کہ" جو اس تحریک میں شامل ہو اس سے میل جول منع ہے"۔ اسی لئے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کی بنا پر محض دین کی خاطر کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی

تو وہ لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں (رئیسوں، نوابوں) کی کثرت دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرمالیتے مگر انہوں نے اس کی قطعاً پروا نہیں کی بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام فرمایا اور حکمِ شرعی پر اعلانیہ عمل کر کے دکھایا ہے"۔ (او کما قال) حضرت صدر الافاضل کی اس تقریرِ پُر تاثیر کا مولانا صاحب پر گہرا اثر ہوا اور انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اخلاص کے ساتھ توبہ نامہ تحریر فرمادیا۔

محفلِ میلاد کا انعقاد } جب یہ "توبہ نامہ" حضرت حجۃ الاسلام و حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں (علیہما الرحمۃ) اور آپ کے رفقاء کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔ اِدھر مولانا عبد الباری صاحب نے فوراً کار و ل کا انتظام فرمایا اور حضرت حجۃ الاسلام و مفتیٔ اعظم ہند (اعلیحضرت کے فرزندِ اصغر) اور دیگر رفقاء کو نہایت محبت و احترام کے ساتھ اپنے دار العلوم میں لائے اور پھر حضرت حجۃ الاسلام و مولانا عبد الباری کا آپس میں معانقہ و مصافحہ ہوا۔ وہ منظر نہایت ہی پُر کیف، ایمان افروز و قابلِ دید تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت حضرت صدر الافاضل کی تقریرِ پُر تاثیر و حضرت مولانا عبد الباری صاحب (علیہم الرحمۃ) کے خلوص نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔ بعد ازاں اسی خوشی میں مولانا عبد الباری کے زیرِ اہتمام محفلِ میلاد شریف منعقد ہوئی جس میں تلاوت و نعت اور جید علمائے کرام کے بیانات ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت

وصالِ پُرملال:- ۱۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کو پونے گیارہ بجے شب نماز ادا کرتے ہوئے عین حالت تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھتے وقت آپ کا وصال ہوا۔ جس وقت آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک حشر بپا تھا لاکھوں کے ہجوم میں ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ اسے آخری مرتبہ آپ کا دیدار نصیب ہو اور جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہو۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت آپ کے چہیتے شاگرد محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب کو حاصل ہوئی۔

مریدین کی تعداد:- وصال اقدس کے بعد شمار کیا گیا تو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے والوں کی تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ اعلیٰحضرت کے وصال اقدس سے ایک ہفتہ قبل جو لوگ بیعت کے لئے حاضر ہوئے ان سے خود اعلیٰحضرت نے فرمایا، کہ "حامد رضا کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ان کی بیعت میری بیعت ہے اور ان کا مرید میرا مرید ہے"۔

آپ کو اعلیٰحضرت کے جوار میں دفن کیا گیا۔ آپ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" کا صحیح مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نوٹ:- اگلے ایڈیشن میں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی کرامات خلفاءٗ تلامذہ اور وصال شریف کے وقت پیش آمدہ واقعات کا مفصل بیان ہوگا۔ (ان شاء اللہ)